پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

بچوں کا اسلام

1040

اتوار 24 ذی الحجہ 1443ھ
مطابق 24 جولائی 2022ء

ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

لکیر

مستحقین صدقات

القرآن

صدقات یعنی زکوٰۃ وخیرات تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور اُن لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں کے قرض ادا کرنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے۔ یہ حقوق، اللہ کی طرف سے مقرر کردیے گئے ہیں اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ {سورۃ التوبہ}

صدقے کی کھجور اور اُحد پہاڑ

الحدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی مسلمان اپنی حلال کمائی سے ایک کھجور کا دانہ صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ خوش ہو کر اسے اپنے دستِ رحمت میں لے لیتے ہیں، جیسے تم اپنی اونٹنی کے بچے کی پرورش اور حفاظت کرتے ہو، یہاں تک کہ وہ کھجور کا دانہ بڑھ کر اُحد پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے یا اس سے بھی بڑا۔'' {صحیح بخاری}



ابتدائی طبی و غیر طبی مہارتیں 2

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

گزشتہ ہفتے ہم نے دو ابتدائی طبی مہارتوں سی پی آر (CPR) اور (Choking) کی بات کی، یہ صرف دو بڑی مثالیں ہیں۔ اِن کے علاوہ بھی کئی فوری طبی امداد کی مہارتیں ہیں، جنھیں چند دنوں کی تربیت سے حاصل کیا جاسکتا ہے!

مثلاً: (۱) کوئی بچہ یا بڑا جل جائے تو اسپتال جانے سے قبل کیا کیا جائے کہ نقصان کم سے کم ہو؟

(بلکہ جلنے کے بعد کی بات تو بعد کی ہے، جب کسی کو آگ لگ جائے تو عین اس وقت کیا کرنا ہے؟ یہ بھی سیکھنے کی چیز ہے۔ عموماً علم نہ ہونے کی بنا پر لوگ وہ کام کرتے ہیں، جس سے آگ بجھنے کی بجائے اور زیادہ بھڑک اُٹھتی ہے۔ اسی طرح ہم میں سے ننانوے فیصد لوگوں کو تو وہ آلہ بھی استعمال کرنا نہیں آتا جو عمارتوں اور بسوں وغیرہ میں آگ بجھانے کے لیے نصب ہوتا ہے!)

۲ کوئی بلندی سے گر کر ہڈیاں تڑوا بیٹھے تو اس وقت فوری طبی مدد کیا دی جاسکتی ہے؟

۳ ہمارے اردگرد کسی کو اچانک ہارٹ اٹیک، اسٹروک (فالج) یا ہیٹ اسٹروک ہوجائے تو کیا کرنا چاہیے؟

۴ اچانک گہرا کٹ لگ جائے تو تیزی سے بہتے خون کو روکنے کے لیے کیا کرنا ہے؟

۵ سڑک پر حادثہ ہوجائے تو زخمی کو اسپتال پہنچنے سے قبل فوری ابتدائی طبی مدد کیا دی جاسکتی ہے؟

۶ کسی کو اچانک کوئی دورہ پڑ جائے، مثلاً پینک اٹیک ہو یا مرگی کا دورہ تو چپلیں سنگھانے کی بجائے کیا کیا جانا چاہیے؟

۷ زہر خورانی (فوڈ پوائزن ہوجائے یا کوئی زہریلا جانور کاٹ لے تو کیا کرنا ہے؟ اور یہ تو طبی امداد کی چند مثالیں ہوگئیں، اس کے علاوہ بھی کئی ایمرجنسیاں پیش آجاتی ہیں، جن میں اگر شہری تربیت یافتہ ہوں تو ہزاروں جانیں بچائی جاسکتی ہیں، مثلاً:

☆ خدانخواستہ زلزلہ آجائے تو کیا کرنا ہے؟

☆ سڑک پر کوئی حادثہ ہمارے سامنے ہوجائے تو کیا کرنا ہے؟

☆ کسی پہاڑی مقام پر لینڈ سلائیڈنگ ہوجائے تو خود کو کیسے بچانا ہے؟

☆ گرج چمک کے ساتھ طوفانی بارش ہو اور بجلی گرنے کا امکان ہو تو احتیاطی تدابیر کیا ہوں؟

☆ آندھی طوفان، ہوائی بگولہ اور سیلاب میں کیا کرنا ہے؟

☆ گھر میں چور ڈاکو گھس آئیں تو کیا کرنا ہے؟

☆ ناگہاں گولی لگ جائے تو کیا کرنا ہے؟

☆ قحط عام ہوجائے تو کم کھانے اور پانی کے ساتھ کیسے زندہ رہنا ہے؟

☆ کوئی وبا پھیل جائے تو کیسے اس سے نمٹنا اور خود کو بچانا ہے؟

☆ یا بالفرض جنگ ہی اچانک ہوجائے تو کیا کرنا ہے کہ اپنا اور دوسروں کا کم سے کم جانی و مالی نقصان ہو۔

ایک دو نہیں ایسی بیسیوں باتیں ہیں، جن کے بارے میں جاننا انتہائی اہم ہیں مگر ہمارے ہاں اتنی ہی غیر اہم اور گویا پائمال ہیں۔

ہم آج کل نئی نئی زبانیں سیکھنے پر بچوں کو اکساتے ہیں۔ انھیں ٹیکنالوجی سیکھنے کی ترغیب دیتے ہیں، اُس کے لیے سمر کیمپس بھی ہوتے ہیں، یہ سب ہونا چاہییں، اِن کی افادیت سے ہرگز انکار نہیں ہے، مگر ناچیز کی رائے میں اُن سب سے پہلے اور اُن سب سے زیادہ ضروری درج بالا تمام طبی و غیر طبی ابتدائی مہارتیں ہیں، جس میں ہمارے بچے بچے کو بلکہ ہر شہری کو ماہر ہونا ضروری ہے۔

(کچھ مزید اگلے ہفتے)

والسلام محمد فیصل شہزاد

خط کتابت کا پتا دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد کراچی
bkislam4u@gmail.com
021 366 099 83



سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 1200 روپے بیرونِ ملک ایک میگزین 18000 روپے دو میگزین 20000 روپے

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

مُختصر پُراثر

انمول خزانہ:

☆ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ (سورۃ الحجرات)
☆ تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقلمندی نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)
☆ اخلاص یہ ہے کہ آدمی اعمال کا عوض نہ چاہے۔ (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ)
☆ طالب دنیا کو پڑھانا ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار فروخت کرنا ہے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ)
☆ اگر آنکھیں روشن ہوں تو ہر روز روزِ محشر ہے۔ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ)
☆ نظر اس وقت تک پاک ہے جب تک جھکی رہے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)
☆ جو تیرے سامنے دوسروں کی برائی کرتا ہے، وہ دوسروں کے سامنے تیری برائی کرے گا۔ (سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ)

کڑوا پانی:

ایک اللہ والے دوسرے بزرگ سے ملنے کے لیے گئے۔ وہاں ایک مٹی کا کورا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ مہمان بزرگ نے کنویں سے پانی نکالا اور اس میں پانی ڈال کر پیا تو پانی کڑوا لگا۔ انھوں نے میزبان عالم سے کہا:

''کیا آپ کے کنوئیں کا پانی کڑوا ہے؟''

جواب میں انھوں نے حیران ہو کر کہا: ''نہیں تو۔''

پھر انھوں نے خود بھی پانی چکھا، انہیں بھی پانی کڑوا لگا، اس پر وہ بولے:

''ظہر کی نماز کے بعد دیکھیں گے کہ پانی کڑوا کیوں ہے۔''

نماز کے بعد انھوں نے سب نمازیوں سے کہا: ''کلمہ شریف کا ورد کریں۔''

سب کلمہ پڑھنے لگے۔ اس کے بعد میزبان بزرگ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ دعا کے بعد وہ برتن اٹھا کر پانی پیا تو پانی میٹھا تھا۔ مہمان بزرگ نے بھی پانی چکھا تو انھیں بھی اس بار پانی میٹھا لگا۔ بہت حیران ہوئے۔ تب میزبان بزرگ نے فرمایا: ''اس برتن کی مٹی اس قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ الحمد للہ کلمے کے ورد سے وہ عذاب ختم ہو گیا ہے۔'' (عزیز الرحمٰن۔ مانسہرہ)

کلمے کے ساتھ دنیا سے رخصتی:

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ میرا تجربہ ہے کہ جو شخص گفتگو کے دوران میں اذان کی آواز سنتے ہی خاموشی اختیار کر لیتا ہے اور اذان کا جواب ادب و عظمت کے ساتھ دیتا ہے۔ اس ادب کی وجہ سے کلمے کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ (جاوید اقبال ساقی۔ جھنگ)

ہمیں تو بگاڑنا ہی آتا ہے:

سید الطائفہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے۔ جب انھوں نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں آنا شروع کیا تو مولانا میں حاجی صاحب کے بیان کی بدولت تبدیلیاں آئیں۔ انھوں نے گھر میں اصلاح کی کچھ کوشش کی تو گھر والوں نے کہنا شروع کر دیا کہ لڑکا بگڑ گیا ہے۔ مولانا کے والد نے حاجی صاحب سے شکایت کی کہ قاسم جب سے آپ کے پاس آنے جانے لگے ہیں، ان میں بگاڑ آ گیا ہے، گھر والوں سے الجھتے ہیں۔ آپ ذرا انھیں نصیحت کریں اور سمجھائیں تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''بھئی ہمیں تو بگاڑنا ہی آتا ہے ہمیں بھی کسی نے بگاڑا تھا۔'' (عبداللہ۔ سانگھڑ)

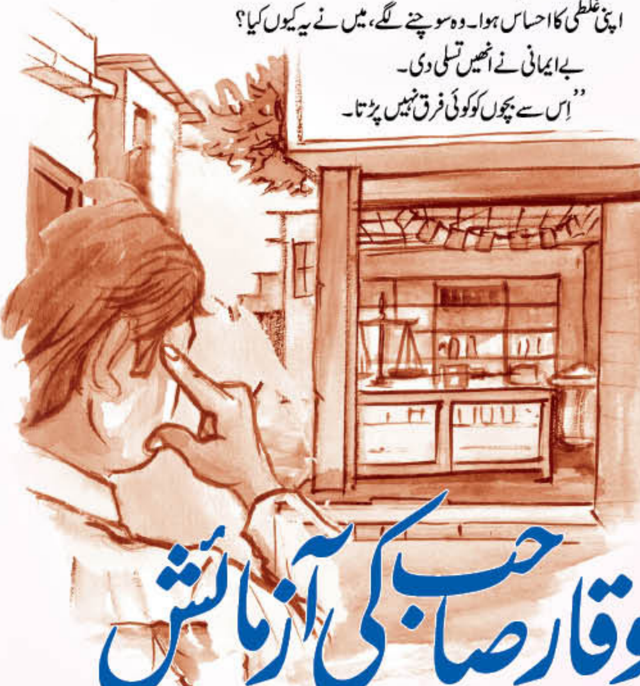
جان لیجیے:

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ''احمد'' قرآن مجید میں صرف ایک بار سورۃ الصّف میں آیا ہے۔
☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک لقب سلطان الحدیث بھی ہے۔
☆ حدیث کا وہ مجموعہ جس میں چالیس احادیث ہوں ''اربعینۃ'' کہلاتا ہے۔
☆ دنیا کا اس وقت امیر ترین ملک مشرقی یورپ کا لکسمبرگ ہے، جہاں اور سہولتوں کے علاوہ پبلک ٹرانسپورٹ بالکل مفت ہے۔
☆ مسلمان سائنس دان ابن نفیس نے ولیم ہاروے سے تین سو سال پہلے ہی دوران خون کے نظام کو دریافت کر لیا تھا، لیکن مشہور ولیم ہوا۔

(بنت محمد اسلم۔ ٹنڈو الہیار)

جواہرات سے قیمتی

☆ الفاظ دل جیت بھی لیتے ہیں اور دل چیر بھی لیتے ہیں۔
☆ مسکراہٹ خود تو ٹیڑھی ہوتی ہے مگر معاملات کو سیدھا کرتی ہے۔
☆ مشکل وقت میں دلاسہ دینے والا اجنبی بھی دل میں اتر جاتا ہے جبکہ مشکل وقت میں کنارہ کرنے والا اپنا ہی کیوں نہ ہو، دل سے اتر جاتا ہے۔
☆ سوچنے والوں کی دنیا دنیا والوں کی سوچ سے الگ ہوتی ہے۔
☆ کردار کشی قتل سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔
☆ جب ضمیر غلامی کا عادی ہو جائے تو طاقت معنی نہیں رکھتی۔
☆ دیواروں میں دراڑ پڑتی ہے تو دیوار گر جاتی ہے، جبکہ دلوں میں دراڑ پڑتی ہے تو دیوار بن جاتی ہے۔
☆ عقل منداور بے وقوف میں فرق یہ ہوتا ہے کہ عقل منداپنے عیب خود دیکھتا ہے اور بے وقوف کے عیب دنیا دیکھتی ہے۔
☆ تین چیزیں تین چیزوں کے بغیر نہیں ہوسکتیں: کامیابی مشقت کے بغیر، پھول کانٹے کے بغیر اور خوشی غم کے بغیر۔
☆ خوب صورتی کی کمی کو اخلاق سے پورا کیا جا سکتا ہے، مگر اخلاق کی کمی کو خوب صورتی پورا نہیں کر سکتی۔ (انیسہ عائش۔ نور الصباح۔ کوٹ رادھا کشن، قصور)



وقار صاحب کی آزمائش

جاوید بسام

وقار صاحب ایک چھوٹے سے سرکاری ملازم تھے۔ انھوں نے ساری زندگی محنت اور ایمانداری سے کام کیا۔ جب وہ ریٹائر ہوئے تو انھیں کچھ رقم ملی۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ اس سے کوئی چھوٹا کاروبار شروع کر لینا چاہیے۔ آخر انھوں نے اپنے علاقے ہی میں گھر کے قریب ایک دکان لی اور اس میں کریانہ اسٹور کھول لیا۔

جس دن انھوں نے دکان کھولی، اسی دن ایمانداری اور بے ایمانی وہاں چلی آئیں۔ وہ لوگوں کو نظر نہیں آتی تھیں۔ اب وہ دونوں دکان کے آگے بنی سیڑھیوں پر کھڑی ایک دوسرے سے لڑ رہی تھیں۔

ایمانداری کہہ رہی تھی: ”وقار صاحب نے ساری زندگی میرے ساتھ گزاری ہے۔ میں اُن کا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔“

جبکہ بے ایمانی کہہ رہی تھی: ”تمھارے ساتھ ہی کی وجہ سے وقار صاحب کے ساتھی کہاں سے کہاں پہنچ گئے اور وہ بے چارے ترقی نہیں کر سکے۔ انھوں نے تمھارے ہوتے ہوئے کیا حاصل کیا؟، اب تم جاؤ یہاں سے، مجھے اپنا کام کرنے دو۔“

آخر کچھ سوچ کر ایمان داری نے اسے ایک مہینے کا وقت دے دیا اور وہاں سے چلی آئی۔

بے ایمانی مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ مسکراتی ہوئی دکان میں داخل ہوئی، مگر اس نے فوراً کام شروع نہیں کیا، بلکہ اُس نے ملی ہوئی مہلت کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے دس دن وہ جائزہ لینا چاہتی تھی کہ وقار صاحب کس طرح کام کرتے ہیں اور کتنا کماتے ہیں؟ اگلے دس دن اس کا اپنے گر آزمانے اور ان کو راہ راست سے بھٹکانے کا ارادہ تھا اور آخری دس دن وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ اس کے بہکاوے میں آ کر کس طرح کام کرتے ہیں؟

وہ ایک کونے میں بیٹھ گئی۔

وقت گزرتا رہا۔ پہلے دن دکان میں اکا دکا گاہک آ رہے تھے۔ پورا دن یونہی گزر گیا۔ وقار صاحب بیٹھے اخبار پڑھتے یا اونگھتے رہے۔ شام کو انھوں نے حساب کیا۔ سیل بہت کم تھی اور منافع بھی زیادہ نہیں تھا۔ انھوں نے گہری سانس بھری اور دُکان بند کر کے گھر چلے گئے۔

اگلے دو دن سیل بڑھ گئی، لیکن وہ منافع سے مطمئن نہیں تھے۔ وہ بیٹھے اپنے خرچے کا حساب نکالتے رہتے۔ یونہی دس دن گزر گئے۔

اب وقار صاحب کو اندازہ ہو گیا کہ انھیں دکان میں نقصان ہو رہا ہے۔ انھوں نے اچھے معیار کا ایک نمبر مال رکھا تھا، اس پر بہت کم منافع ہوتا تھا۔ سارا نفع بڑی کمپنیاں خود رکھ لیتی تھیں۔ دوکاندار کو بہت کم نفع دیتی تھی۔ انھوں نے سوچا چلو اللہ مالک ہے، پینشن اور دکان کی آمدنی ملا کر گزارہ ہو ہی جائے گا۔

جب گیارھواں دن شروع ہوا تو بے ایمانی نے میدانِ عمل میں قدم رکھ دیا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ وقار صاحب اپنی پرانی ڈگر سے ہٹنے کو تیار نہیں ہیں۔ اب مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔ چنانچہ وہ اُن کے دماغ میں گھس گئی۔

وقار صاحب نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا اور سوچنے لگے مجھے کیا ہو رہا ہے؟

اسی وقت ایک بچہ دکان میں داخل ہوا اور ایک مشہور کمپنی کی چاکلیٹ مانگی۔ بے ایمانی نے فوراً ان کے دماغ میں ایک خیال ڈالا، وہ بولے: وہ تو ختم ہو گئی ہے (حالانکہ وہ ان کے پاس تھی)، تم یہ لے جاؤ۔ انھوں نے ایک دوسری سستی والی چاکلیٹ نکال کر بچے کو تھما دی۔ اب انھیں زیادہ نفع مل رہا تھا۔

بچے نے چاکلیٹ لی اور واپس جانے کو پلٹا۔ جونہی وہ باہر نکل، وقار صاحب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ سوچنے لگے، میں نے یہ کیوں کیا؟

بے ایمانی نے انھیں تسلی دی۔

”اِس سے بچوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بچوں کے لیے سب چاکلیٹ مزیدار ہوتی ہیں۔ آپ اپنے منافع پر نظر رکھیں۔“

وہ خاموش ہو گئے، مگر ان کا ضمیر اندر ہی اندر کلبلا رہا تھا۔

پھر انھوں نے ایک مشہور چائے کی پتی کا ڈبہ اٹھایا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ قیمت دیکھ کر انھوں نے تاسف سے گردن ہلائی اور بڑبڑائے: ”ڈیڑھ سو روپے پر صرف پانچ روپے نفع!...... بھلا پانچ روپے کی حیثیت ہی کیا ہے۔“

اسی وقت بے ایمانی بولی:

”آپ چاہیں تو اس پر مار کر پھیر دیں اور بڑھا کر نئی چٹ لگا دیں۔“

”مگر یہ تو بے ایمانی ہے۔“ وہ بولے۔

”بالکل نہیں، بڑی کمپنیاں اکثر خود یہ کرتی ہیں۔“

یہ بات وقار صاحب بھی جانتے تھے۔ انھوں نے قیمت پر کالا مار کر پھیر دیا اور بڑھا کر نئی قیمت کی چٹ لگا دی۔ اب ان کا منافع پندرہ روپے ہو گیا تھا۔

اس طرح انھوں نے کئی چیزوں کے ساتھ کیا۔ بے ایمانی مسلسل اُن کا حوصلہ بڑھا رہی تھی۔

اُس رات انھوں نے حساب کیا تو انھیں اچھا منافع نظر آیا۔ دو دن اسی طرح

گزر گئے تیسرے دن دوپہر کے وقت بازار میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ بیزار سے اپنی کرسی پر بیٹھے اونگھ رہے تھے کہ ان کی دکان کے آگے ایک موٹر سائیکل آ کر رکی۔ اس کے دونوں طرف تھیلے لٹکے ہوئے تھے جن میں کچھ سامان تھا۔

اس پر سے بڑی بڑی مونچھوں والا ایک آدمی اترا۔ پہلے اس نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر موبائل نکال کر کچھ کرنے لگا۔ اس کی نگاہیں وقار صاحب کی دکان کا جائزہ لے رہی تھی۔

وقار صاحب اسے پہچان گئے۔ وہ ایک ہفتے پہلے بھی وہاں آیا تھا اور مشہور کمپنیوں کا دو نمبر مال دکھایا تھا، مگر انھوں نے اسے ڈانٹ کر بھگا دیا تھا۔ کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد وہ دُکان میں چلا آیا اور انھیں سلام کیا، پھر خوشامدی لہجے میں بولا:

''بڑے صاحب! پھر کیا سوچا؟ کچھ مال دے جاؤں؟''

وقار صاحب اسے صاف انکار کرنا چاہتے تھے، مگر بے ایمانی نے اُن کی زبان پکڑ لی اور وہ خاموش رہے۔

انھیں اس بار خاموش دیکھ کر نوجوان کا حوصلہ بڑھا، وہ بولا:

''حضور! میری بات مانیں، اس میں فائدہ ہے، سب یہی کرتے ہیں۔ آپ کچھ مال رکھ کر تو دیکھیں۔''

وقار صاحب کہنا چاہتے تھے کہ یہاں سے دفع ہوجاؤ، مگر وہ بولے:

''دکھاؤ کیا مال ہے؟''

''ہاں ضرور۔'' وہ خوش ہوگیا تھا، فوراً باہر گیا اور موٹر سائیکل سے ایک تھیلا اتار کر واپس آیا۔

پھر وہ مال نکال کر انھیں دکھانے لگا۔ وہ انھیں منافع بھی بتا رہا تھا۔

آخر وقار صاحب نے اس سے کچھ مال خرید لیا۔

وہ سرگوشی میں بولا: ''بس حضور! اسے اصل مال کے ساتھ ملا کر رکھیں اور مزے سے بیچتے رہیں۔ کمپنی سے اصل بھی لیتے رہیں، مگر کم کم۔ یوں آپ کا کام بھی چلتا رہے گا اور میرا بھی۔''

اس کے جاتے ہی وقار صاحب کو احساسِ ندامت نے گھیر لیا کہ ایسا کیوں کیا، مگر اسی وقت ایک آدمی دکان میں آیا اور اسی دو نمبر مال میں سے ایک ڈٹرجنٹ پاؤڈر کا ڈبہ لے کر چلا گیا۔ اور وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔ انھیں ایک ڈبے میں اتنا اچھا منافع ملا تھا، جو اصل مال کے پانچ ڈبوں میں ملتا۔

وقت گزرتا رہا اور یوں دس دن مزید گزر گئے۔

بے ایمانی نے ان پر بھرپور محنت کی تھی اور وقار صاحب کو منافع بڑھانے کے نت نئے طریقے بتاتی رہی تھی، مگر اس نے محسوس کیا تھا کہ ابھی اسے وقار صاحب پر مزید کام کرنا ہوگا۔ ورنہ اس کی دس دن کی محنت ضائع ہوجائے گی۔ آخر اس نے پانچ دن اور ان پر کام کرنے پر خود کو آمادہ کر لیا۔

وہ انھیں بے ایمانی پر اکساتی رہی۔ ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ چوتھے دن وہاں آئی تو دیکھا دکان بند ہے۔ وہ انتظار کرنے لگی۔ وقت گزرتا رہا، مگر وہ نہ آئے۔ پانچویں دن بھی ان کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ اس نے پڑوس سے سن گن لی تو پتا چلا کہ وقار صاحب بیمار ہیں۔ اس نے سر جھٹکا اور وہاں سے رخصت ہو کر دوسرے لوگوں پر محنت کرنے لگی۔

چھٹے دن جب وہ دکان پر آئی تو دکان کھلی ہوئی تھی۔ اب اس کی مدت ختم ہونے میں صرف پانچ دن رہ گئے تھے۔ وقار صاحب بیمار اور کمزور نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے دکان کھولی اور تھک کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد ایک خاتون آئیں اور انھوں نے مشہور کمپنی کا ایک صابن مانگا۔ انھوں نے اصل صابن اسے دیا، پھر تمام دو نمبر کا مال اٹھا کر نیچے رکھ دیا۔

بے ایمانی نے حیرت سے انھیں دیکھا۔

وہ سارا دن انھوں نے اصل مال ہی بیچا۔ نہ کم تولا اور نہ زیادہ منافع والی چیزوں کے لیے گاہک کو کچھ کہا۔ گاہک نے جو مانگا وہی دیتے رہے۔ بے ایمانی نے اپنی محنت ضائع ہوتے دیکھی تو انھیں ایک بار پھر بے ایمانی پر راغب کرنے کی سر توڑ کوشش کرنے لگی، لیکن پورا دن اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ وقار صاحب ہر بار اس کے انڈیلے بے ایمانی والے خیالات کو سر سے جھٹکتے رہے۔

مہینے کے باقی دن بھی بے ایمانی ان پر محنت کر کر کے ہلکان ہوتی رہی مگر وقار صاحب اسی طرح ایمانداری سے کام کرتے رہے۔ یوں بالآخر پورا مہینہ گزر گیا۔

پہلی تاریخ کو صبح ہی صبح ایمانداری وہاں چلی آئی۔ اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ وہ بولی: ''لو جی تمھاری مدت پوری ہوئی اور مجھے معلوم ہے کہ تم بری طرح ناکام ہوگئی ہو۔ چلو اب چلتی پھرتی نظر آؤ۔''

بے ایمانی مایوسی سے بولی: ''میں نے شروع میں انھیں بری راہ پر لگا دیا تھا، لیکن نجانے کیوں آخر میں ناکام ہوگئی۔''

''ہاں، دراصل وقار صاحب نے ساری زندگی میرے ساتھ گزاری ہے۔ تمھاری باتوں میں آ کر وہ عارضی طور پر بھٹک گئے تھے، مگر مطمئن نہیں تھے۔ پھر قدرت بھی اپنا کام کرتی رہتی ہے۔ وہ بہت کم بیمار ہوتے تھے، مگر ان دنوں سخت بیمار ہوگئے، یہاں تک کہ انھیں اسپتال جانا پڑا، جہاں مہنگی دوائیوں اور ڈاکٹر کی فیسوں میں انھوں نے جو بے ایمانی کر کے پیسے کمائے تھے، سب لگ گئے۔ انھیں کوئی بڑی بیماری نہیں تھی۔ وہ دو دن میں ٹھیک بھی ہوگئے، لیکن انھیں اچھا سبق مل گیا اور انھوں نے توبہ کر لی۔''

''اچھا تو یہ بات تھی۔'' بے ایمانی بولی۔

''ہاں، اُن کی فطرت میں ایمانداری یعنی میں بسی ہوئی ہوں۔ وہ وقتی طور پر تمھاری باتوں میں آ گئے تھے، مگر جلد ہی اپنی پرانی خو پر پلٹ گئے۔ بس یوں کہو تم اگرچہ ان کے ساتھ تھی، مگر وہ مجھے نہیں بھولے تھے۔ میں دور ہو کر بھی ان کے اندر موجود تھی اور تم پاس ہو کر بھی ان سے دور تھی۔'' ایمانداری بولی۔

بے ایمانی نے تھکے تھکے انداز میں ایک گہری سانس لی، ایک نظر حسرت سے وقار صاحب کو دیکھا اور وہاں سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئی۔ ☆☆☆

میرے حجاز

18

ڈاکٹر اختر حسین عزمی

وہاں پہنچ کر اس نے اپنے قبیلے کے یہودی علما کو بتایا کہ آنے والے نبی کی جو نشانیاں کتابوں میں مذکور ہیں، وہ ایک بچے میں پائی جاتی ہیں۔ اس کے کہنے کے بعد کئی یہودی ابن عبداللہ کو متجسس نظروں سے دیکھنے لگے۔ بار بار ام ایمن نے انھیں کہتے سنا: ''ھو نبی ھذہ الامۃ و ھذہ دار ھجرتہ۔''

(یہ اس امت کے نبی ہیں اور یثرب ان کی ہجرت گاہ ہے!)

سیدہ آمنہ کو یثرب آئے مہینہ بھر ہو چکا تھا۔ یہودیوں کی آمد و رفت سے سیدہ آمنہ نے اندیشہ محسوس کیا۔ کیونکہ اہل یثرب یہودیوں کی کارستانیوں سے آگاہ تھے۔ چنانچہ سیدہ نے اب مزید ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور ایک دن مکہ جانے والے قافلے کے ساتھ واپسی کا قصد کر لیا۔

آمنہ بوجھل دل کے ساتھ اپنے شوہر کے رشتے داروں سے جدا ہو رہی تھیں۔ عبدالمطلب کے ننھیالی رشتے دار دور تک ابن عبداللہ اور آمنہ کو چھوڑنے آئے۔ یثرب اور مکہ کے درمیان پانچ سو کلو میٹر کی مسافت، بے آب و گیاہ صحرا کی ویرانی، بیوگی کا غم، جسے شوہر کی قبر کی زیارت نے پھر سے تازہ کر دیا تھا۔ سیدہ آمنہ کی طبیعت ایک بار پھر بگڑ گئی۔ سفر کی مشقت نے انھیں نڈھال کر دیا تھا۔ اہل قافلہ نے ابوا کے مقام پر پڑاؤ کیا کہ سیدہ آمنہ کی طبیعت سنبھل جائے تو آگے چلیں لیکن ایک دن، دو دن۔ سیدہ آمنہ سفر کے قابل نہ ہوئیں۔ آدھا سفر ابھی باقی تھا۔ آخر قافلے والے کب تک انتظار کرتے اور کسی کے لیے کون رکتا ہے؟ زندگی کے قافلے یونہی چلتے رہتے ہیں۔

صحرا نشینوں کے چند گھروں پر مشتمل ابوا کی بستی میں سر چھپانے اور آرام کرنے کو چھت تو مل گئی۔ ایک کسان کے گھر میں تیمارداری بھی ہو رہی تھی لیکن دور دور تک کوئی طبیب نہ تھا۔ ام ایمن ہر دم اپنی مالکہ کی چارپائی سے لگی رہتیں۔ آمنہ اپنے نورِ نظر کو دیکھ رہی تھیں کہ پیدا ہونے سے پہلے والد فوت ہو گئے اور اب میری زندگی کی بھی امید نہیں۔ ام ایمن تسلی دیتیں، ڈھارس بندھاتیں۔ سیدہ آمنہ کا زرد پڑتا چہرہ دیکھ کر شاید ام ایمن خود کو تسلیاں دے رہی تھیں۔ وہ دیکھ رہی تھیں کہ اس کی مالکن زندگی کے سفر سے تھک چکی ہیں۔

سیدہ آمنہ کو اب اپنی موت کے آنے کا یقین ہو چلا تھا، ان کی زبان آہستہ آہستہ ہل رہی تھی۔ اسا بنت وہم کی ماں بھی سیدہ آمنہ کی تیمارداری میں لگی ہوئی تھیں، وہ سیدہ آمنہ کے الفاظ کو سن رہی تھیں:

''ہر زندہ موت کا مزا چکھے گا، ہر نئی چیز پرانی اور ہر بڑی چیز فنا ہو جائے گی، میں تو مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا کہ میں نے ایک پاک باز بچہ جنا ہے۔''

ام احمد کا شفقت بھرا ہاتھ جو ابن عبداللہ کے سر پر رکھا تھا، بالآخر ڈھیلا پڑ گیا۔ ننھے محمد کے چہرے پر جمی ہوئی ماں کی مامتا بھری آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی۔ بس ایک ہچکی...... اور محمد پردیس میں بن ماں کے ہو کر رہ گئے۔ غریب الوطنی میں احمد اور ام ایمن کے سوا آمنہ کے لیے آنسو بہانے والا بھی کوئی بھی تو نہ تھا۔ ام ایمن آمنہ کے لال کے آنسوؤں کو پونچھ رہی تھیں لیکن ام ایمن کے آنسو کون پونچھتا۔ وہ جو عبداللہ کے گھر میں لڑکپن میں بر کہ بن کر اور جوانی میں ام ایمن کی حیثیت سے سردار عبداللہ اور سیدہ آمنہ سے ناز برداریاں کرواتی رہی تھیں۔ وہ لونڈی کب تھیں، وہ تو اس گھر کا ایک فرد تھیں۔ سیدہ آمنہ اتنی جلدی انھیں داغ مفارقت دے جائیں گی، ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

سیدہ آمنہ کو ابوا کی خاک کے سپرد کر کے غم و الم سے نڈھال ام ایمن آمنہ کے لال کو لے کر بوجھل قدموں کے ساتھ مکہ آئیں۔

ام ایمن کی اونٹنی پر سوار عبدالمطلب کا پوتا مکہ میں آ گیا، لیکن سیدہ آمنہ کی اونٹنی کا کجاوہ خالی تھا۔ بنو ہاشم کے گھرانے میں کہرام برپا ہو گیا۔

☆......☆

عبدالمطلب تو پہلے بھی اپنے پوتے کو دیکھ دیکھ کر بڑھاپے کے دن گزار رہے تھے۔ سیدہ آمنہ کے انتقال کے بعد تو یتیم پوتے کی الفت اور زیادہ بڑھ گئی۔ سیدہ آمنہ کے انتقال نے عبدالمطلب کا پرانا زخم پھر سے تازہ کر دیا، وہ زخم جو جواں سال اور لاڈلے بیٹے عبداللہ کے انتقال پر انھیں لگا تھا۔ ان کے بوڑھے لیکن چوڑے چکلے سینے میں یتیم پوتے کی محبت ابال کھا رہی تھی۔ تقدیر نے ان کے یتیم پوتے کو تنہائی کے جس صحرا میں لا کھڑا کیا تھا، عبدالمطلب اسے وہاں تنہا چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ کبھی پوتے کی انگلی پکڑے حرم میں جا رہے ہوتے، کبھی پوتے کو کندھوں پر بٹھائے طوافِ کعبہ کر رہے ہوتے۔ کھانا کھاتے تو انھیں اپنے ساتھ بٹھاتے، سوتے تو اپنے پہلو میں سلاتے۔ پوتے سے ایک لمحے کی جدائی بھی انھیں گوارا نہ تھی۔

خانۂ کعبہ کے سایے میں عبدالمطلب کے لیے مخصوص نشست گاہ رکھی جاتی۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ اِس نشست گاہ پر قدم رکھ سکے۔ تمام فرزندانِ عبدالمطلب ادب و احترام کے پیشِ نظر اس نشست گاہ سے دور بیٹھتے لیکن ان کا یتیم پوتا بلا جھجک اس تخت پر بیٹھتا۔ چچا کچھ کہنے کی کوشش کرتے تو عبدالمطلب اپنے بیٹوں کو کہتے:

''میرے پوتے کو چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم! اس کی بڑی شان ہو گی۔''

یہ کہتے ہوئے وہ پوتے کو اپنے ساتھ بٹھا لیتے اور اس کی پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرتے رہتے۔ پوتے کی معصوم حرکتیں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہتے۔

عبدالمطلب کو پوتے کی کفالت کرتے اب دو سال سے زیادہ عرصہ بیت چکا تھا اور خود ان کی اپنی عمر بیاسی سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ بڑھاپے کی کمزوری نے انھیں نڈھال کر دیا تھا۔ اب انھیں پوتے کی کفالت کی فکر دامن گیر تھی۔ چنانچہ مرض الموت کے دنوں میں اپنے بیٹے عبداللہ کے ماں جائے، ابوطالب کو بلوایا اور انھیں وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد ابنِ عبداللہ کی کفالت و نگہداشت تمھارے ذمے ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوتاہی میرے لیے سوہانِ روح ہے۔

ابن عبداللہ کی عمر آٹھ سال دو مہینے، دس دن ہوئی تھی کہ آپ اپنے دادا کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے۔ جب دادا کا جنازہ اٹھا تو لوگوں نے ان کے یتیم پوتے کو دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے۔ (جاری ہے)

لکیر

عائشہ غضنفراللہ

''کس نے دیوار پر لکیریں لگائی ہیں؟''

دادا ابو نے کرخت لہجے میں سوال کر کے ہمارے ننھے سے دل کو کپکپا دیا۔

''میں پوچھتا ہوں کس نے کی ہے یہ حرکت؟''

تفتیش زوروں پر تھی اور ادھر ہم اپنی بچپن کی کمین گاہ میں چھپے پوری شدت سے رب کو یاد کرنے لگے۔

''ابھی گھر کا رنگ مکمل بھی نہیں ہوا۔ ایک طرف سے رنگ والے رنگ کرتے جا رہے ہیں، دوسری طرف کوئی نواب صاحب اپنی پینٹریاں مارتے آ رہے ہیں، ہے کوئی تک؟ پچھلی گلی کی دیوار پر کس حساب دان نے پوری حساب کی کتاب پلٹ دی ہے؟ آج میں پتا چلا کے رہوں گا کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟''

ادھر دادا ابو کی للکار سنائی دی، ادھر ہم جو دروازے کے پیچھے چھپے تھے، اللہ سے مزید فریاد کناں ہو گئے، مگر دادا ابو کی بارعب شخصیت کے ڈر سے دعا میں یکسوئی کہاں آنی تھی؟ بس دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اب کے تب پکڑے جائیں گے...... اور پھر......کیا ہوگا؟ خدا بہتر جانتا ہے!

اب ہمیں ایک اور سوچ نے آگھیرا کہ کیونکر ہم لوگ ترقی کر پائیں گے جب بڑے حوصلہ افزائی ہی نہیں کرتے؟ آخر جب انھوں نے تقسیم و ضرب کے اتنے بڑے بڑے سوال حل کیے ہوئے دیکھے ہیں تو بجائے خوش ہونے کے الٹا غصہ کیوں ہو رہے ہیں؟ آخر کیوں؟

ہم نے افسوس سے ہاتھ میں پکڑی پنسل کو مسلا۔

کیا ہو گیا ہے؟ اگر ذرا سا لکھ دیا ہے؟ کوئلے ہی سے تو لکھا ہے، مٹا لیں۔''

یہ سوچتے ہوئے ہم بے خیالی میں اپنی کمین گاہ کی دیوار پر پنسل سے نقش و نگار بنانے لگے۔ کچھ دیر بعد جب خدا خدا کر کے دادا ابو کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو ہم فاتحانہ انداز سے باہر نکلے، البتہ اپنے پیچھے دیوار پر ایک بے حد خوب صورت یادگار بنی ضرور چھوڑ گئے۔

آج بھی اس گلی کی دیوار پر یہ حساب کتاب دیکھا جا سکتا ہے اور ہم اب بھی سوچتے ہیں کہ چند آڑھی ترچھی لکیروں پر اتنی لکیر پیٹنے کا آخر فائدہ کیا تھا؟

لکیر سے یاد آیا کہ اس کا انسانی بول چال میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

لکیر سیدھی بھی ہوتی ہے اور ٹیڑھی بھی۔ ٹیڑھی لکیر کو بھی بہر حال لکیر ہی کہتے ہیں۔ لکھنے کے لیے جب تک آپ قلم پنسل سے لکیر نہ کھینچیں، لکھ نہیں سکتے۔ مثلاً اگر آپ سیدھی لکیر کھینچ کر 'ز' لکھنا چاہیں تو لکھ کر دکھائیں، ایسا نہیں ہو سکے گا۔ ہماری اس بات کو بے شک پتھر پر لکیر سمجھیں یا پانی پر، آپ کی مرضی ہے۔

ایک مرتبہ میں اور میری پھپھو پرچہ دینے کے بعد امتحانی ہال سے باہر نکلے تو میں نے کیا دیکھا کہ میری پھپھو کے سفید صاف اور اجلے دوپٹے کے کنارے پر غالباً ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ کی لمبی لمبی لکیریں کھنچی ہیں۔ دوپٹے کے کونے پر لکیریں لگا لگا کر ایک بارڈر سا بنا دیا گیا تھا......وہ بھی پوائنٹر سے!

سفید و سیاہ کے اس حسین امتزاج، ڈیزائن اور مہارت سے بنے لکیروں کے جھنڈ کو دیکھ کر ہم بے ساختہ وجہ پوچھ بیٹھے۔

انھوں نے دیکھا تو خود حیران رہ گئیں، پھر بولیں:

''یہ ضرور میرے پیچھے بیٹھی لڑکی کی کارستانی ہے۔ میری اوڑھنی کا جو حصہ زمین پر دھرا تھا، اس نے اس پر یہ وَکھرا ڈیزائن ایجاد کیا ہے۔ مجھے تو خبر ہی نہ ہوئی؟''

''بے چاری نکمی کو پرچہ نہیں آتا ہوگا تو یوں اس نے دل کی بھڑاس نکال لی۔ آپ ہی ذرا آہستہ قلم چلاتیں تا کہ اسے حسد تو نہ ہوتا۔'' ہم تبصرہ کیے بنا نہ رہ سکے۔

بہر حال لفظ 'لکیر' محاوروں میں بھی مستعمل ہے جیسے لکیر کے فقیر۔



کئی معاملات میں لکیر کے فقیر بآسانی مل جاتے ہیں۔ آیئے لکیر کی فقیری کرنے والوں کی ایک مثال پڑھتے چلیں:

ایک شاعر صاحب ایک مشاعرہ میں غزل سنا کر خوب داد وصول کر رہے تھے۔ حاضرینِ مشاعرہ نے اش اش کر کے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ اب ان کی عزت و مرتبت کا سماں ہی اور بندھا ہوا تھا اور وہ لہک لہک کر اشعار پڑھ رہے تھے کہ ہائے ری قسمت!

وہ آخری شعر میں لکھا کسی مشہور شاعر کا نام بھی بولتے چلے گئے تھے۔

بے چارے نے غزل نقل تو کر لی تھی لیکن آخر میں اس نامعلوم غزل کے مشہور شاعر کا نام بھی نقل کر لیا اور لہک لہک کر بڑے جذباتی لہجے میں پڑھتے گئے۔

مختصر مختصر

سادگی

ثناء اللہ اپنے دوست کو خط لکھنا چاہتا تھا لیکن لکھ نہیں پا رہا تھا، کیونکہ وہ اَن پڑھ تھا۔

اس لیے وہ گاؤں کے نمبردار کے پاس گیا۔ وہ پڑھے لکھے تھے۔ اس نے انھیں درخواست کی کہ وہ مہربانی فرما کر اس کے دوست کو خط لکھ دیں۔

نمبردار صاحب کسی کام میں بہت مصروف تھے، لیکن جب ثناء اللہ نے اصرار کیا تو وہ خط لکھنے کے لیے راضی ہو گئے۔

خط شیطان کی آنت کی طرح لمبا تھا۔ نمبردار صاحب نے زندگی میں اتنا لمبا خط کسی کو نہیں لکھا تھا۔

وہ خط لکھتے لکھتے اکتا گئے تو ثناء اللہ سے پوچھنے لگے:

''بھئی ثناء اللہ آخر اور تمھارا خط کتنا لکھنا پڑے گا؟''

ثناء اللہ نے سر پر ہاتھ رکھ کر انھیں سلام کیا اور کہنے لگا:

''نمبردار جی! بس ایک سطر اور لکھ دیں۔ ذرا میرے دوست سے آخر میں پوچھ لیں کہ آج کل اس کا پتا کیا ہے؟''

نمبردار صاحب نے کاغذ پرے رکھ دیا اور ثناء اللہ کو دیکھتے ہی رہ گئے۔

احمد عدنان طارق ۔ فیصل آباد

اچھی خبریں 3

نظر سے گزرنے والی اکثر چوری، ڈکیتی اور قتل وغارت کی خبریں لاکھوں کروڑوں لوگوں میں سے صرف چند ایک کی ہوتی ہیں۔ اس سے معاشرے کی اصل عمومیت سامنے نہیں آ پاتی۔ سالہا سال ہم ہر وقت برائیوں کی خبریں سنتے رہتے ہیں تو ذہن میں عام آدمی کے بارے میں ایک برا تصور جم جاتا ہے۔ ہر شخص دوسرے آدمی پر شک اور بدگمانی کرتا ہے، جس سے خراب معاشرے کی مضبوط بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اصل حالات جاننے کے لیے بچوں کا اسلام کے ملک بھر میں پھیلے رپورٹرز کی اچھی خبریں پڑھیے:

☆ حیدرآباد میں ایک صاحب ''ن'' پچھلے بارہ برس سے اپنے بھائی کے یتیم بچوں کی مثالی پرورش وتربیت کر رہے ہیں کہ دل سے دعا نکلتی ہے۔ ہمیشہ اپنے بچوں سے بڑھ کر اپنے یتیم بھتیجوں بھتیجیوں کا خیال رکھتے ہیں۔ (مستغیث باللہ)

☆ پچھلے سال میں کالج کے طلبہ کے ساتھ ٹور پر اسلام آباد گیا۔ وہاں ایک مسجد میں نماز پڑھی تو ہمارے ایک ساتھی کی تقریباً چالیس ہزار کی قیمتی گھڑی وضو کرتے ہوئے وہاں رہ گئی۔ کافی وقت کے بعد اسے یاد آیا۔ ہم فوراً واپس گئے۔ اُدھر کسی نمازی نے گھڑی اٹھا کر امام صاحب کو دے دی تھی۔ امام صاحب نے ہم سے نشانی پوچھ کر گھڑی ہمارے حوالے کر دی۔ (طاہر محمود)

☆ کراچی کے ہمارے ایک دوست ''س۔ح۔ب'' نہایت کم وسائل میں اپنے گھر کے ایک حصے میں پچھلے دس برس سے مستحق بچوں کو بالکل مفت رہائش وطعام کے ساتھ مفت تعلیم کے زیور سے آراستہ کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی بہت ہی مفید فنی کورس بھی کرواتے ہیں۔ آج اُن کے شاگرد پورے پاکستان میں باعزت روزگار سے وابستہ ہیں اور انھیں دعائیں دیتے ہیں۔ (م۔ف۔ش)

☆☆☆

پھر...... کیا ہوا......؟ چھوڑیں، جانے دیں...... اس سے ہمیں کیا مطلب؟

بس سبق یہ ملا کہ نقل کے لیے بھی بہرحال عقل ضروری ہے، یعنی اتنی لکیر کی فقیری اچھی نہیں ہوتی۔

ہاں لکیر کی فقیری وہاں جچتی ہے جہاں آپ کسی کامل پیر طریقت کے زیر تربیت ہوں، پھر توان بزرگ کی اطاعت سے سرمو تجاوز نہ کرنے میں ہی عافیت وبھلائی ہے۔

کیوں کہ دینِ مستقیم بھی ایک سیدھی شفاف لکیر کی مانند ہے۔

ایک مثل ہے لکیر پیٹنا......!

لکیر پیٹنے کی پوری پوری صلاحیت زیادہ تر ہمارے ہاں صاحبِ اقتدار شخصیات میں ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوتے ہیں، جب کوئی واقعہ یا حادثہ ہوتا ہے تو نہ صرف پوری قوت سے مذمت کا ڈھول بجاتے ہیں بلکہ لکیر پیٹنے میں بھی بخل سے کام نہیں لیتے، یہاں تک کہ وہاں سے گزرنے والے سانپ کو بھی شبہ ہونے لگ جاتا ہے کہ شاید انھوں نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ کوئی اُن کو جا کر بتائے تو کیسے کہ سانپ تو گزر گیا، لکیر پیٹنے کا کیا فائدہ؟

ایک ''ناک سے لکیر کھینچنا'' بھی ہوتا ہے!

اِس کے مطلب سے تو آپ واقف ہی ہوں گے، کیونکہ پاکستان کا ہر دوسرا شہری ملکی حالات ومشاہدات اور اوپری طبقے والوں کی نوازشات وانعامات کی وجہ سے ناک سے لکیر کھینچتا ہوا نظر آتا ہے۔

کیا خیال ہے آپ کا......؟

☆☆☆

کایاپلٹ

وہ راہِ راست سے بھٹکا ہوا تھا، پھر ایک دن سب کچھ بدل گیا! ایک منفرد کہانی، جس میں حیرت بھی ہے اور سبق بھی

محمد فضیل فاروق

4

چھٹی ہوئی تو احمد اسکول سے باہر آ کر فراز کے لیے آئی گاڑی میں بیٹھ گیا اور فراز بازار کی طرف بڑھ گیا۔

یہ فراز کے لیے نہایت صبر آزما مرحلہ تھا۔ دوپہر میں تھوڑا بہت کھایا کب کا ہضم ہو چکا تھا۔ اب ایک بار پھر پیدل چلنا اور پھر جا کر محنت مزدوری کرنا۔

پیدل چلنے کی تو اس کی عادت ہی نہیں تھی، مگر آج تو کاتبِ تقدیر نے چلنا ہی چلنا لکھ دیا تھا۔

شبیر پنساری کی دکان ڈھونڈنے میں اسے مشکل نہیں ہوئی۔

وہ ہانپتا کانپتا دکان پر پہنچا تو شبیر پنساری کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔

اُس کا آگ بگولا ہوتا چہرہ دیکھتے ہی فراز کی ہوائیاں اڑ گئیں۔ ساری بڑی بڑی باتیں جو وہ سوچ رہا تھا، بھول گئیں۔

استاد اسے دیکھتے ہی برس پڑا: ''احمد کے بچے! اتنی دیر لگا دی تم نے! بھوک سے میرا حال برا ہو گیا ہے۔ آج تمھیں دیر سے آنے کی وجہ سے دیہاڑی کم ملے گی۔''

شبیر پنساری باتیں سناتا ہوا اٹھا اور دکان سے نکل گیا۔

اب جب فراز نے دکان کا معائنہ کیا تو اُس کا سر چکرا کر رہ گیا۔

یہ بظاہر چھوٹی دِکھنے والی دکان اب اسے پورا بازار لگ رہی تھی، جسے اسے اکیلے سنبھالنا تھا۔

گاہک آ کر اُس سے کوئی چیز مانگتا تو وہ سر کھجا کھجا کر ساری دکان میں نظریں گھماتا، مگر چیزیں تو جیسے اُس سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں۔

اب اکثر گاہک اُس پر غصہ کر رہے تھے۔ کچھ گاہک اس سے بدتمیزی بھی کر رہے تھے، کچھ تو سامان لیے بغیر ہی برے برے منہ بنا کر چل دیے، البتہ کچھ رحم دل گاہک اس کے ساتھ دُکان میں چیزیں ڈھونڈنے میں مدد دینے لگے۔ وہ نرم انداز میں اُس سے پوچھ رہے تھے کہ بھئی خیریت تو ہے آج دماغی طور پر حاضر نہیں لگ رہے۔ کہیں کوئی حادثہ تو نہیں ہو گیا؟

اِن اچھے لوگوں کی ایسی باتوں سے اُس کی حالت کچھ بہتر ہوئی۔ ورنہ کچھ لوگوں کی باتیں سن کر تو اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اُس میں سما جائے۔

اُس نے سوچا کہ ہر شخص اِن جیسا میٹھی زبان والا کیوں نہیں ہو جاتا؟ پھر اچانک اُس کے ذہن میں وہ ساری حرکتیں گھومنے لگیں، جو وہ اور کلاس کے باقی طلبہ احمد کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

اسی عالم میں کافی وقت گزر گیا تھا۔ پیٹ میں دوڑتے چوہوں نے اب بھاگم دوڑ چھوڑ کر دھینگا مشتی شروع کر دی تھی۔ اسے احمد کا خیال آیا کہ وہ ابھی تک کھانا لے کر کیوں نہیں آیا؟ اُس نے جیب سے موبائل نکال کر اُس کا نمبر ملایا تو پتا چلا کہ آج اچانک اُس کے چچا گھر آ کر اسے کہیں کام سے اپنے ساتھ لے گئے ہیں، اِس لیے وہ فراز کے لیے کھانا نہیں لا سکتا۔ فراز غصے سے دانت پیس کر رہ گیا۔

خدا خدا کر کے پانچ بجے تو شبیر استاد دُکان کی طرف آتا دکھائی دیا۔

اُس نے آتے ہی کہا: ''چلو جلدی سے رجسٹر لے آؤ۔ آج کتنی سیل ہوئی ہے؟''

فراز ہکا بکا اسے کسی پُتلے کی طرح ساکت و جامد کھڑا دیکھنے لگا۔

''کک کون سا رجسٹر......!'' فراز نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''دیکھو بچے! میں ابھی مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔ مجھے غصہ مت دلاؤ۔'' شبیر پنساری دھاڑا۔

اب فراز کو کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگا تھا اور ساتھ ہی ساتھ احمد پر غصہ بھی۔

وہ دل ہی دل میں کہنے لگا: ''اِس احمد کے بچے کو تو میں اپنے ہاتھوں سے ذبح کروں گا، عجیب انسان! بتا نہیں سکتا تھا کہ سیل کا ریکارڈ بھی رکھنا ہوتا ہے۔''

''ارے کیا ہو گیا، کھڑے کھڑے سو گئے کیا؟''

فراز کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر شبیر دھاڑا۔

''وہ......آج......آج میں......لکھنا بھول گیا۔'' اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''بے وقوف انسان! نالائق کہیں کے! یہ بھی کوئی بھولنے کی چیز ہے؟ کبھی دیہاڑی لینا بھولا ہے؟ جا آج تجھے میں دیہاڑی نہیں دیتا، چل جلدی سے چلتا پھرتا نظر آ۔'' شبیر پنساری تو غصے سے پھٹ ہی پڑا تھا۔

فراز ڈانٹ کھا کر فوراً دوکان سے بھاگ کھڑا ہوا۔اسے دیہاڑی نہیں ملی تھی،اِس بات نے اُس کی بھوک پیاس سب بھلا دی تھی۔آج زندگی میں پہلی بار اس نے کئی گھنٹے کام کیا تھا مگر اُس کی اجرت میں اسے ڈانٹ ڈپٹ اور گالیوں کے سوا کچھ نہیں ملا تھا۔

اوپر سے اس کے کان میں احمد کی بہن کے جملے مستقل گونج رہے تھے:

''بھیا!امی کی دوائیں ختم ہوگئی ہیں،ضرور لے آیئے گا۔''

وہ دل کا اچھا لڑکا تھا،بڑوں کی لڑائی میں وہ بھی احمد سے نفرت کرنے لگا تھا،مگر خالہ جان کی بات اور تھی۔اسی لیے دواؤں کے بغیر وہ گھر نہیں جانا چاہتا تھا،مگر اس کے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔وہ جانتا تھا کہ احمد چچا کے ہاں سے رات دیر گئے تک ہی واپس آسکے گا۔اب وہ سوچ رہا تھا کہ احمد کو بھی اُس کے گھر والوں کے ساتھ مشکل پیش آرہی ہوگی۔نجانے وہ کیسے اُن سب سے نمٹ رہا ہوگا۔

بالآخر وہ بوجھل قدموں سے چلتا ہوا خالہ کے گھر کی طرف بڑھ گیا۔

جیسے ہی وہ سلام کرتا ہوا گھر میں داخل ہوا،عائشہ نے پرامید لہجے میں پوچھا:

''آپ دوا لائے ہیں؟''

فراز سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔اُس کا اداس چہرہ دیکھ کر اس کی بہن نے بے چینی سے پوچھا:''یعنی آج بھی شبیر سیٹھ نے پیسے نہیں دیے؟''

''نہیں!بس ڈانٹ کر بھگا دیا۔''فراز مغموم لہجے میں بولا۔

اسے عائشہ کے جملے سے پتا چلا تھا کہ بے چارے احمد کو اکثر اس کی محنت کی اجرت نہیں ملتی تھی۔خالہ کو بہت سخت بخار تھا۔وہ بہت کمزور نظر آرہی تھیں۔

فراز کو بہت زوروں کی بھوک لگی تھی۔وہ نہا دھو کر کپڑے تبدیل کر کے آیا تو اُس کی بہن نے اُس کے سامنے دال روٹی رکھ دی۔

دال دیکھ کر بے اختیار اُس کا منہ بن گیا۔اوپر سے روٹی بھی باسی اور موٹی تھی،مگر مجبوری تھی،لیکن اس نے کھانا شروع کیا تو حیران رہ گیا۔آج اسے ہر لقمہ اپنے گھر کے قورمے سے زیادہ مزیدار لگ رہا تھا۔شاید سخت محنت اور شدید بھوک کے بعد کھانا کتنا ہی سادہ ہو،مزیدار لگا کرتا ہے۔

کھانے سے فارغ ہو کر اس نے اپنا ہوم ورک مکمل کیا اور بستر پر سونے کے لیے لیٹ گیا۔آج سارا دن چل چل کر اُس کا انگ انگ دکھ رہا تھا۔وہ چارپائی پر سونے کا عادی نہیں تھا،پھر یہاں اے سی بھی نہیں تھا،مگر اُس دن نجانے کیا ہوا کہ وہ لیٹتے ہی گہری نیند سو گیا تھا۔

دوسرے دن صبح اُس کی آنکھ کھلی تو......(جاری ہے)

آیئے! دین سیکھیے

مولانا ہارون الرشید عادل

7

سوال: جس شخص نے حج ادا کیا ہو،کیا اسے حاجی کہہ کر پکارنا لازم ہے؟نام سے پکارنے پر اگر وہ برا منائے تو کیسا ہے؟

جواب: حج کرنے والے شخص کو اردو زبان اور ہمارے عرف میں ''حاجی'' کہا جاتا ہے۔اس لیے جو شخص حج کر کے آئے،اسے حاجی کہنا جائز ہے،لیکن خود اپنے نام کے ساتھ ''حاجی'' کا لقب لگانا ریاکاری ہے۔حج تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جاتا ہے،لوگوں سے ''حاجی'' کہلوانے کے لیے نہیں۔دوسرے لوگ از خود ''حاجی صاحب'' کہیں تو مضائقہ نہیں،لیکن خود اپنے نام کے ساتھ ''حاجی'' لکھنا یا ''حاجی'' نہ پکارنے پر برا منانا غلط ہے۔

(دارالافتا:جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن)

اے اللہ!

اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ جَسَدِيْ وَعَافِنِيْ فِيْ بَصَرِيْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّيْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

''اے میرے اللہ!مجھے میرے جسم میں عافیت عطا فرما،میری نظر میں عافیت عطا فرما اور میرا وارث بنا،نہیں کوئی معبود مگر صرف تُو،بڑا بردبار،بڑے کرم والا ہے،اللہ تعالیٰ جملہ عیوب سے پاک ہے جو عرشِ عظیم کا رب ہے،تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

تاریخی کہانی

وہ ہم میں سے نہیں!

شرافت رفیق کشمیری




11
”میں اس کپڑے کے تین ہزار درہم دوں گا
12
”ٹھیک ہے آپ لے جائیں یہ بہت عمدہ کپڑا ہے“
13
کچھ دنوں کے بعد تا . واپس آیا
14
”ارے سعد! وہ پھٹا کپڑا کہاں گیا؟“
15
مالک! وہ کپڑا تو میں نے ایک یہودی سوداگر کو تین ہزار درہم میں فروخت کر دیا ہے
16
”اوہ... یہ تم نے کیا کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں “
17
”وہ یہودی سوداگر کہاں رہتا ہے؟“
18
”یہ تو میں نہیں جانتا“
19
چلو! ہم اُسے تلاش کرتے ہیں“
20
تین دن کے سفر کے بعد آخر اُنھیں سوداگر مل گیا۔
21
میرے ملازم نے غلطی سے آپ کو ایسا کپڑا فروخت کر دیا جس میں نقص تھا۔ یہ آپ کے روپے ہیں، آپ کپڑا واپس کر دیں“
22
”اوہ! آپ نے اتنا لمبا سفر صرف کپڑے کا نقص بتانے کے لیے کیا ہے
23
”جی ہاں! کیوں کہ ہمارا دین اسلام ہمیں امانت داری اور سچائی سکھاتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دھوکہ دینے سے منع فرمایا ہے
24
ارے واہ! تمھارا دین تو کتنا عمدہ ہے“
25
”میرے بھائی! یہ درہم میری طرف سے تحفہ سمجھ کر رکھ لو۔“
26
”میں تمھارے نبی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاتا ہوں“
27
أشهد أن لا إله إلا الله،
28
وأن محمدا رسول الله.



السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

✿ شمارہ ۱۰۲۱ میں 'میری آنکھ کھلی تو' کے لکھاری کا نام دیکھ کر حیرت بھری خوشی ہوئی، کیونکہ لکھاری میرے شہر سے تھے، البتہ محمد احمد نے میرے پیارے سے شہر کو 'دیہاتی' شہر کے لقب سے نوازا جو مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔ مدیر چچا! آپ میری کمی کوتاہی کو نظرانداز کر کے حوصلہ افزائی کرتے رہیے گا۔ ان شاء اللہ میں تسلسل سے لکھتی رہوں گی اور ہاں مدیر چچا آپ نے میری کتاب پڑھ لی؟ کیسی لگی؟ (یمنیٰ امجد۔ احمد پور شرقیہ)

ج: انگریزی میں لکھی کتاب ہم کیسے پڑھ سکتے ہیں؟ ہمیں انگریزی تو آتی ہی نہیں۔

✿ لیجیے حاضر ہوئے ہم ایک عدد تبصرے کے سنگ، ۲۰۲۱ کو دیکھا تو پایا اس کو رنگا رنگ۔ 'صدمہ' پڑھ کر تو رہ گئے دنگ اور 'خیر ہے' نے کر دیا ایک دم گنگ۔ 'قرآن و حدیث' اور 'دعا' نے سکھلایا مانگنے کا ڈھنگ۔ 'حسابی کیڑا' میں اپنے آپ سے خوب کی گئی ہے جنگ۔ 'آنکھ کھلی تو' احمد نے پائی ہر طرف بنگ (بربادی) 'تین ننھے جاسوس' میں خوب بڑھ گئی ہے امنگ۔ 'سال ۲۰۲۱ء کے شمارے' لکھنے والا/ والی بوڑھا، بچہ ہے یا پھر ینگ، لگتا ہے آپ کو کر دیا ہے بہت زیادہ تنگ، لہٰذا اب تبصرہ ختم (انگ) ارے یہ کیا آپ لوگ تو مسکرا دیے۔ خیر خوش رہیے۔ (فاطمہ احمد۔ ملتان)

ج: قافیہ بٹھانے کے لیے "بنگ" کا لفظ کہاں سے لے آئیں آپ؟

✿ بچوں کا اسلام سے یقین کیجیے بہت سوں کی اصلاح ہو رہی ہے۔ اپنے بچوں کو پڑھوا کر پھر یہ رسالہ اردگرد رہتے بچوں کے والدین کو پڑھنے کو دے دیتی ہوں تا کہ وہ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ ہزارواں نمبر میں میرا 'سوہنا شہر میانوالی' مضمون کا تو جواب نہیں، آخر کو میرے بھائی نے جو لکھا تھا۔ 'گلاب جامن کا پیڑ' تین قسطوں میں پڑھی۔ بار بار آنکھیں چھلک پڑتیں۔ بچے جو کہانی سن رہے تھے گھبرا گئے کہ مما رو کیوں رہی ہیں؟ جب پوری کہانی سن لی تو افسردہ ہو گئے۔ 'فریج میں رکھا روزہ' اس تحریر نے رمضان میں بہت فائدہ دیا۔ سوچا اس بار نت نئے پکوان بند، سادہ کھانا بنے گا، البتہ پکوڑے، شربت وغیرہ نہیں چھوڑے جاتے۔ باقی رسالہ فی الحال مجھ سے ہتھیا لیا گیا ہے۔ پڑھ کر پھر تبصرہ لکھوں گی۔ 'کلو خوب صورت' بہت زبردست کہانی تھی۔ بچوں کو سنا کر سمجھایا کہ اصل خوب صورتی کیا ہے؟ میری تمام قارئین اور آپ سے بھی درخواست ہے میرے بھائی کے لیے خصوصی دعا کیجیے۔ آٹھ سالوں سے اپنے گھر والوں سے ان کا رمضان اور عیدین دور گزر رہی ہیں۔ اللہ پاک ان کو جلد باعافیت ساتھیوں سمیت رہائی نصیب کریں آمین۔ مفتی آصف محمود قاسمی صاحب کا نام نظر نہیں آ رہا آج کل؟ (ہمشیر ابوالحسن۔ اٹک شہر)

ج: دل سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے کرم سے تمام بے قصور اسیران کو آزادی کی نعمت عطا فرمائیں۔ دنیا آخرت میں امن والی جگہ میں اپنے پیاروں کا ساتھ عطا فرمائیں، آمین! جناب آصف محمود قاسمی بھائی کی تحریر ابھی کچھ ہی ہفتوں قبل شائع ہوئی ہے۔

✿ مدیر چاچو! آج ہم نے قلم اٹھایا ہے، تو صرف اس لیے کہ آپ کا شکریہ ادا کریں۔ شکریہ اس لیے کہ آپ نے یکے بعد دیگرے ہماری دو کاوشیں رسالے کی زینت بنائیں۔ اپنی دو تحریریں شمارے کی زینت بنتے دیکھ کر یقین آ گیا کہ تحریر خود کو چھپواتی ہے۔ آپ شاید سوچ رہے ہوں گے کہ اتنی جلدی ہمیں آپ کے شکریے کا خیال کیوں آیا تو جناب یہ نیک خیال ہمیں بہت وقت قبل آیا تھا، لیکن مجسم اب اس لیے ہوا ہے کہ ہماری سروس تھوڑی سلو ہے۔ الحمدللہ بندی نے ایک دو سالوں سے معمول بنایا ہے کہ آپ کو اور بانی مدیر کو ایک ختم قرآن شریف رمضان میں ہدیہ کرتی ہوں۔ ہماری طرف سے آپ کی محنت کی یہی قدر ہے، باقی اللہ آپ کو صلہ دے۔ اس دفعہ بھی ان شاء اللہ ہم بانی مدیر، آپ کو اور اسٹاف کو ایک ختم کا ثواب ہدیہ کریں گے۔ کچھ عرصہ قبل خواتین کا اسلام میں ایک ناول 'محبت آگ کی صورت' شائع ہوا تھا، اس پر مصنفہ کا نام 'امۃ المقسط کے قلم سے' لگتا تھا، جو بڑا ہی پیارا لگتا تھا۔ بندی کی التجا ہے کہ میری کوئی تحریر لگے تو اس پر میرا نام بھی ان الفاظ سے 'بنت سطور از وادیٔ چھچھ کے قلم سے' شائع کیجیے گا، بہت مہربانی ہوگی۔ یہ بھی بتائیےکہ "محبت آگ کی صورت" کہاں سے ملے گا؟ (بنت سطور۔ چھچھ)

ج: اس بہترین اور انمول ہدیے پر ہم شکریہ ہی ادا کر سکتے ہیں اور جوابی دعا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین! محبت آگ کی صورت ناول "اسلام پبلی کیشن" کے اس نمبر (03322139797) پر رابطہ کر کے منگوایا جا سکتا ہے۔

✿ بچوں کا اسلام شمارہ نمبر ۱۰۳۰ میں "شکریہ معذرت اور درخواست" کی انوکھی دستک پڑھی۔ ماشاءاللہ بچوں کا اسلام کے قارئین کی محبتیں بے مثال ہیں اور مدیر بھیا کا شکریہ بھی کمال ہے۔ آیت وحدیث کا ترجمہ پڑھا۔ مختصر و پراثر تحاریر بہت اچھی تھیں۔ اُن میں سے شہزادے والی بات پر عمل کرنے کا سوچا جا سکتا ہے۔ سوچتی تو خیر اکثر ہی ہوں، بس اللہ کرے عمل بھی کر لوں۔ مدیر بھیا کی دستک کے بعد ایک اور "دستک" کہانی ہمیں پیارا سا سبق دینے کے لیے موجود تھی۔ یہ واقعہ کئی بار پڑھا ہوا ہے لیکن کہانی میں جس خوب صورتی سے اسے ڈھالا گیا، وہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ ناہید جعفر صاحبہ! میری طرف سے ڈھیروں داد، ایسے ہی پیارا پیارا لکھتی رہیے۔ لیپ کا مطلب چھلانگیں پہلی بار پتا چلا اور آخر میں مثبت چھلانگوں کی ہدایت، ماشاءاللہ! بہت خوب! میر حجاز کی آٹھویں قسط نے روح کو سرشار کر دیا۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مشتمل بہترین سلسلہ۔ قطرہ قطرہ ننھی سی کہانی میں دو خوب صورت سبق، پانی ضائع نہ کرنے اور وقت ضائع نہ کرنے پر تنبیہ خوب رہی۔ سرورق کہانی سرمایہ کاری جس میں مختلف لوگوں کی سرمایہ کاری کے متعلق بتایا گیا اور آخر تک جاتے جاتے یہ سرمایہ کاری دو مختلف حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو دوسرے حصے والی سرمایہ کاری کرنے کی توفیق دے آمین! تین ننھے جاسوس سنسنی خیز ناول رہا۔ اختتام چونکا دینے والا تھا۔ (سائرہ شاہد۔ ڈیرہ غازی خان)

ج: نیت پر بھی ایک اجر ہے۔ عزم ہو تو عمل کی توفیق بھی مل ہی جاتی ہے۔

نہلے پہ دہلا

(محفوظ الحق)

دو دوست شیخیاں بگھار رہے تھے۔

ایک نے کہا: "ایک روز میں جنگل کے قریب ندی میں نہا رہا تھا کہ اچانک ایک شیر وہاں آ گیا۔ میری رائفل دور پڑی تھی اور تیرنا مجھے آتا نہ تھا کہ غوطہ مار کر دور نکل جاؤں۔ پھر بھی اوسان بحال رکھے اپنے، ہاتھ میں پانی لیا اور شیر کے منہ پر اِس زور کا چھپا کا مارا کہ وہ گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔"

"یہ کب کا واقعہ ہے؟" دوسرے دوست نے پوچھا۔

"ابھی...... پچھلے اتوار کا......!" پہلے نے جواب دیا۔

"تب تو تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔" دوسرے دوست نے مطمئن انداز میں کہا: "پچھلے اتوار وہ شیر میرے گھر آیا اور تمھاری اِس بات کی شکایت کی تھی۔ میں نے سچ جھوٹ جاننے کے لیے اُس کی مونچھوں کو ہاتھ لگایا تو وہ گیلی تھیں۔"

۞ شمارہ ۱۰۲۱ میں جو تحریر ہمیں سب سے بہترین لگی وہ تھی 'سال ۲۰۲۱ء کے شمارے' مگر لکھاری بہن کا نام نہیں تھا۔ ہماری طرف سے بہن کو ڈھیر ساری دعاؤں کا تحفہ بطور انعام اور بہت ساری داد کے ساتھ شکریہ بھی، جنھوں نے خوب محنت کی۔ ہمیں بہت خوشی ہوئی کہ خطوط میں ہمیں اول پوزیشن ملی۔ آپ کی دستک معلوماتی تھی اور ترغیبی بھی۔ 'مختصر پر اثر' باکمال تھے۔ 'صدمہ' اگرچہ طویل تھی مگر اچھی تحریر تھی۔ سرورق 'میری آنکھ کھلی تو' حیرت زدہ تھی۔ 'حسابی کیڑا' پھلور صاحب نے اپنی نیوز چینل کی طرح پیش کیا۔ نیوز چینل میں کب حضرت جی کی واپسی ہوگی؟ ہم تو نیوز چینل کی خبروں کے لیے بڑے بے چین ہیں۔
(مولانا محمد اشرف۔ حاصل پور)

ج: لگتا ہے، نیوز چینل چلانے کے لیے غیر حاضر دماغ نمائندے کے پاس وسائل نہیں رہے!

۞ میں بچوں کا اسلام کی تین سال پرانی قاریہ ہوں۔ یہ میرا 'بچوں کا اسلام' میں پہلا خط ہے۔ ہزارواں شمارہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس شمارے میں ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی، ن خاص طور پر 'آخری امید'، 'راج محل کا راز'، 'قالین کی شرارت اور فریج میں رکھا روزہ' بہت پسند آئیں۔ ہمیں ہر کہانی ہی بہت اچھی لگی۔ ۱۰۲۷ شمارہ ہاتھ میں ہے۔ اس میں 'جنگل کے مسافر'، 'بچھڑے ہوئے' بہت اچھی تحاریر ہیں۔ 'سلسلہ دعا کہانی' سے بہت فائدہ ہوا۔ مدیر چاچو ایک درخواست ہے کہ ہمارے پہلے خط کو ردی ٹوکری سے سدا دور رکھیے گا۔ اللہ آپ کو سدا خوش رکھے۔ آمین! (ایمان فاطمہ اکمل۔ تحصیل شکر گڑھ)

ج: لیجیے، پہلا خط آپ کا چھپ گیا، اب دوسرا اور پھر تیسرا خط جلدی بھیجیے۔

۞ 'دستک' ہمیں بہادری کا سبق دے رہی تھی۔ 'بڑے لوگ' تحریر کے کیا کہنے۔ ختم نبوت کہانی 'میرے ابو کو بلاؤ' سنجیدگی سے پڑھتے پڑھتے جب آخر پر پہنچے تو یہ کیا؟ ہم تو نرگس کے ابا کو نیک سمجھ رہے تھے اور یہ کہ شاید وہ بیٹی کو جب سر میں درد ہوتا ہے تو نماز پڑھنے کا کہتا ہوگا مگر یہ کیا، بہرحال آخر میں قادیانیوں والی مثال اچھی لگی۔ 'ابو جان کی گھڑی اور ہم' پڑھ کے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ دانش عارفین حیرت کی شرارتیں بہت مزے کی ہوتی ہیں۔ چچا جان میرا ابھی اتنا دل کرتا ہے کہ میں بھی اپنی بچپن کی شرارتیں لکھ کر بھیجوں، لیکن پھر سوچتی ہوں پتا نہیں شائع ہو یا نہ ہو۔ 'تین ننھے جاسوس' بھی بہت مزے کا ناول رہا۔ خط کے جواب میں آپ نے امی جان اور نانی جان سے دعاؤں کی درخواست کی۔ امی جان تو دعائیں کرتی ہیں لیکن نانی جان کو تو آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے، کیونکہ انھیں اس دار فانی سے کوچ ہوئے پانچ سال ہو رہے ہیں۔ (وجیہہ خاتون۔ چشتیاں)

ج: اللہ جل شانہٗ آپ کی نانی محترمہ کو اور تمام مرحومین کو اپنا خاص قرب عطا فرمائیں، آمین!

۞ ننھے جاسوس ناول بہت اچھا تھا۔ آپ کی دستک کے کیا کہنے۔ ایک بات پوچھنی تھی کہ 'لفظ سیریز' میں اسامہ سرسری صاحب کے 'کیا سمجھے' سے کیا مراد ہوتی ہے؟ دو تین بار پڑھا لیکن سمجھنے والی بات نہ ڈھونڈ سکے۔ (قانتہ ایمن۔ پشاور)

ج: پوری لفظ سیریز ہی سمجھنے کے قابل ہوتی ہے۔

۞ ہم نے الحمدللہ سالنامہ 'ایک ہزار نمبر' پڑھا اور ہمیں پورا سالنامہ ہر لحاظ سے بہت اچھا اور خوب صورت لگا۔ خصوصاً آپ کی 'زے بھائی اور ذال آپا' کی کہانی بہترین تھی۔ بہت سے الفاظ جنہیں ہم ذال کی بجائے زے سے پڑھتے تھے، اُن کی تصحیح ہوگئی۔ آپ سے ایک اصلاح درکار ہے کہ آپ نے اپنی اس کہانی میں لفظ 'کزن' ذکر کیا۔ کیا یہ معنی کے اعتبار سے صحیح ہے؟ کیونکہ ہمارے ایک قریبی دوست نے ہم سے کہا کہ اس کے معنی خنثیٰ کے ہیں۔ براہ مہربانی اصلاح فرمائیں۔ (م،ع۔ ٹنڈو آدم)

ج: نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ ایسے ہی باتیں مشہور ہو جاتی ہیں۔ یہ لفظ انگریزی کا ہے، جبکہ خنثیٰ عربی زبان کا لفظ ہے۔

دل چسپ حقائق

☆ 20 سال کی عمر میں ہڈیاں 97% مضبوط ہو جاتی ہیں۔

☆ انسانی جسم میں ایک کلوگرام سے زیادہ کیلشیم ہوتا ہے۔ اور 99% فیصد کیلشیم آپ کی ہڈیوں میں ہوتا ہے۔

☆ پسینہ بنانے والے گلینڈز آپ کے پورے جسم میں ہوتے ہیں سوائے ہونٹوں اور کانوں کے اور ایک انسان میں ان کی تعداد 25 لاکھ ہوتی ہے۔

☆ اگر آپ کے پورے جسم میں موجود تمام گلینڈز پوری طرح کام کریں تو ایک دن میں آپ کو تقریباً 10 لیٹر پسینہ آئے گا۔

☆ عورتوں میں پسینہ بنانے والے گلینڈز مردوں سے بہت زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں۔

☆ ہمارے پورے جسم میں تقریباً 50 لاکھ بال ہوتے ہیں جن میں سے 1 لاکھ بال صرف ہمارے سر پر ہوتے ہیں۔

☆ زیادہ تر لوگوں کے 50 سے 150 بال روزانہ گر جاتے ہیں۔

☆ اگر بال روزانہ اسی تعداد میں گرتے رہیں اور نئے بال نہ اگیں تو ہم صرف 1000 دن میں گنجے ہو جائیں۔

☆ زیادہ تر لوگوں کے سر میں خشکی ہوتی ہے اور 60 فیصد لوگوں کو زندگی میں کبھی نہ کبھی یہ شکایت ضرور ہوتی ہے۔ خشکی ایک پریشان کرنے والا مسئلہ ہے مگر یہ آپ کی ذاتی صحت وصفائی کی کمی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ (حمیرا مہر)

۞ آپ نے میری تحریر 'پیوستہ رہ شجر سے' کو اس قابل سمجھا کہ اسے اپنے رسالے میں جگہ دی۔ بہت شکریہ! ایک درخواست کرنی تھی کہ اگر ہو سکے تو آپ میری کہانی 'شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات' پر نظر ثانی فرمائیں، ہو سکتا ہے کہ آپ کے دل میں بھی اتر جائے میری بات اور یوں میرا درد دل عام ہو جائے۔ الف نمبر کی بروقت بکنگ نہ کروا سکے اس خیال سے کہ ہاکر سے دستی لے لیں گے ایجنسی والوں نے بھی مطمئن کر دیا تھا کہ مقررہ تاریخ کو آپ کو مل جائے گا۔ لمحوں نے خطا کی صدیوں نے سزا پائی، کے مصداق ابھی تک انتظار کی گھڑیاں گن رہے ہیں۔ (نام نہ پتا)

ج: اَلف نمبر منگوانے کے لیے آپ (03213557807) پر رابطہ کر لیں۔ 1250 روپے قیمت ہے۔

۞ کیا بچوں کا اسلام کے تمام سابقہ سالنامے اور خاص نمبر مل سکتے ہیں یا ان میں سے جو موجود ہوں، وہ مل سکتے ہیں؟ اگر ادارہ سابقہ تمام سالنامے اور خاص نمبر دوبارہ چھاپ دے، اگرچہ محدود تعداد میں ہی ہو مثلاً ہر سالنامہ یا خاص نمبر زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس کی تعداد میں شائع کر دے اور تشہیر بھی کر دے اور اپنا جائز منافع بھی اس میں رکھ لے تو بہت سے چاہنے والوں کا بھلا ہو جائے گا اور ادارے کا بھی بھلا ہوگا۔
(محمد اقراش عاصم۔ تحصیل وضلع خوشاب)

ج: مشورے پر عمل کرنے سے ادارے کا بھلا نہیں بلکہ بھٹا بیٹھنے کا قوی امکان ہے۔ اس لیے میرے بھائی! آپ ایک ایک ویسے ہی منگوالیں۔ (03213557807) پر رابطہ کر لیں۔

لاگت

بدن 1

ترجمہ و تلخیص: سرو ہارا امبارکر

برطانیہ کی رائل سوسائٹی آف کیمسٹری نے ۲۰۱۳ء کے کیمبرج سائنس میلے میں اندازہ لگایا کہ ایک اوسط انسان کے جسم کے عناصر پر کتنی لاگت آئے گی۔

اُن کے حساب کے مطابق، انسان کو جوڑنے کے لیے ۵۹ عناصر کی ضرورت ہے۔ اس میں سے چھے عناصر کاربن، آکسیجن، ہائیڈروجن، نائیٹروجن، کیلشیم اور فاسفورس جسم کا 99.1 فیصد ہیں، لیکن اس میں غیر متوقع طور پر مولبڈنم، وانا ڈیم، تانبا اور ٹن جیسے عنصر بھی پائے جاتے ہیں۔ کچھ عناصر بہت ہی قلیل مقدار میں ہیں، مثلاً کوبالٹ کے ایک ارب میں سے بیس ایٹم ہیں جبکہ کرومیم کے تیس ایٹم۔

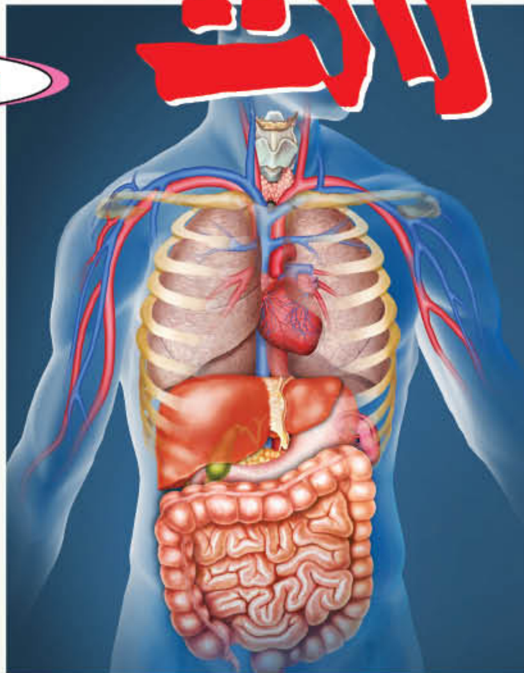
☆

انسان میں جگہ کے حساب سے سب سے زیادہ عنصر آکسیجن ہے جو ۶۱ فیصد جگہ لیتا ہے، لیکن ہم آکسیجن کا بھرا غبارہ اس لیے نہیں ہیں، کیونکہ آکسیجن کا زیادہ تر حصہ ہائیڈروجن کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ (ہائیڈروجن دس فیصد جگہ لیتی ہے) اور پانی کی صورت میں موجود ہے، اور اگر آپ نے کبھی کسی تالاب میں چل کر دیکھا ہے یا بہت گیلے کپڑوں میں چلے ہیں تو جانتے ہوں گے کہ پانی حیرت انگیز طور پر بھاری ہے۔

اور یہ مزیدار بات ہے کہ آکسیجن اور ہائیڈروجن جیسے دو ہلکے عناصر جب مل جاتے ہیں تو پانی جیسی بھاری شے بنا دیتے ہیں۔

اس تمام آکسیجن کی لاگت ۱۴ڈالر (۲۹۴۰ روپے) بنتی ہے جبکہ ہائیڈروجن کی ۲۶ڈالر (۵۴۶۰ روپے)۔ نائٹروجن جسم کا 2.6 فیصد ہے اور یہ صرف ۴۰ سینٹ میں مل جائے گی، لیکن اس کے بعد باقی سب مہنگا ہوتا جاتا ہے۔

ہمیں تیس پاؤنڈ کاربن درکار ہے، اور رائل سوسائٹی آف کیمسٹری کے مطابق اُس پر خرچ ۶۹۵۵۰ ڈالر (ایک کروڑ چھیالیس لاکھ روپے) آئے گا۔ (یہ خالص کاربن ہے۔ یہ سوسائٹی انسان کی لاگت غیر معیاری اجزا سے نہیں نکالے گی)۔ کیلشیم، فاسفورس اور پوٹاشیم کی مقدار اگرچہ کم ہے لیکن اس پر ہماری جیب سے مزید ۷۳،۸۰۰ ڈالر (ایک کروڑ چون لاکھ روپے) نکل جائیں گے۔



باقی عناصر زیادہ مہنگے ہیں لیکن خوش قسمتی سے ان کی مقدار بہت کم درکار ہے۔ تھوریم کی قیمت تین ہزار ڈالر فی گرام ہے لیکن جسم میں اتنا کم ہے کہ ہمیں صرف ۳۳ سینٹ کا تھوریم چاہیے۔ ٹن پر خرچ چھے سینٹ ہے، جبکہ زرکویم اور نیوبیم پر تین تین سینٹ، سامرایم اتنا کم ہے کہ رائل سوسائٹی نے اس پر کھاتے میں صفر کا اندراج کیا ہے۔

☆

ہمارے جسم میں پائے جانے والے ۵۹ عناصر میں سے ۲۴ لازمی عناصر ہیں۔ ان کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ باقی میں سے کچھ صاف طور پر مفید ہیں، کچھ اور ہیں جو مفید ہو سکتے ہیں لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ کیسے؟ کچھ اور ہیں جو کہ نہ ہی مفید ہیں اور نہ مضر بلکہ ہمارے ساتھ پائے جاتے ہیں، اور چند ایسے بھی ہیں جو ہمارے لیے بری خبر ہیں۔ مثال کے طور پر کیڈمیم جسم میں پائے جانے والے عناصر میں سے ۲۳ ویں نمبر پر ہے اور جسم کا ہزار میں سے ایک حصہ ہے، لیکن یہ زہریلا ہے۔ ہمارے جسم میں یہ اس لیے نہیں کہ ہمیں اس کی ضرورت ہے بلکہ اس لیے ہے کہ پودے اس کو مٹی سے نکال لیتے ہیں اور ہم ان کو کھا لیتے ہیں۔ آپ اوسطاً دن میں ۸۰ مائیکروگرام کیڈمیم کھاتے ہیں اور یہ جسم کے لیے کسی لحاظ سے بھی اچھی شے نہیں۔

☆

حیران کن طور پر ابھی تک اس کا پتا لگایا جا رہا ہے کہ عنصر کی سطح پر جسم میں ہوتا کیا ہے۔ کسی بھی خلیے کو لیں تو اس میں سیلینیم کے دس لاکھ کے قریب ایٹم ہوں گے اور صرف حال ہی میں ہمیں اندازہ ہوا ہے کہ یہ کس لیے ہیں؟ یہ دو اہم انزائم بناتا ہے۔ اور اگر یہ کم ہو تو ہائی بلڈ پریشر، جوڑوں کا درد، انیمیا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے یہ اچھا ہے کہ سیلینیم خوراک کا حصہ رہے (یہ گندم، مچھلی اور میووں میں پایا جاتا ہے)، لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ کہ اگر یہ ضرورت سے زیادہ ہو تو یہ جگر کے لیے زہریلا ہے۔

زندگی کی باقی ہر شے کی طرح ''توازن'' ایک نازک شے ہے۔

☆

رائل سوسائٹی آف کیمسٹری کے کل تخمینے کے مطابق انسانی جسم کے عناصر کی لاگت 151,578 ڈالر (تین کروڑ اٹھارہ لاکھ روپے) ہے (ٹیکس اس کے علاوہ ہے)۔

(جاری ہے)